قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (ال عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

جمعرات 29 اپریل 2021ء | 16 رمضان 1442 ہجری قمری | جلد: 3 | شمارہ: 102

ارشاد باری تعالیٰ

وَ اذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ

(الانفال: 46)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نمونہ ہمیں اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جب استعمال کریں تو اس کا شکر کریں۔ ایک تو اس کی تسبیح کریں تو ساتھ ہی دین کی حالت کے درد کو بھی محسوس کریں۔ اس کے لئے کوشش کریں کہ کس طرح ہم نے اشاعت دین اور تبلیغ دین میں حصہ ڈالنا ہے۔ پھر کھانے کے اس انداز سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا تسبیح کے مضمون کی مزید وضاحت فرمائی اور قرآن کریم کے اس حصہ آیت سے کہ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ (التغابن: 2) زمین و آسمان کی ہر چیز خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے یہ نکتہ نکالا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کھانا کھایا کرتے تھے جیسا کہ پہلے بھی ذکر آیا ہے کہ بمشکل ایک پھلکا آپ کھاتے تھے اور جب اٹھتے تو روٹی کے ٹکڑوں کا بہت سا چورا آپ کے سامنے سے نکلتا۔ آپ کی عادت تھی جس طرح پہلے بتایا کہ روٹی کے ٹکڑے کرتے جاتے پھر کوئی ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے اور باقی ٹکڑے دستر خوان پر رکھے رہتے۔ فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسا کیوں کرتے تھے مگر کئی دوست کہا کرتے تھے کہ حضرت صاحب یہ تلاش کرتے ہیں کہ ان روٹی کے ٹکڑوں میں سے کون سا تسبیح کرنے والا ہے اور کون سا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس قسم کی بات سنی مجھے اس وقت یاد نہیں مگر یہ یاد ہے کہ لوگ یہی کہا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ کہ زمین و آسمان میں سے تسبیحوں کی آواز اٹھ رہی ہے۔ اب کیوں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کر رہی ہے جبکہ ہم اس تسبیح کی آواز کو سن ہی نہیں سکتے۔ اور جس چیز کو ہم سن نہیں سکتے اس کے بتانے کی ہمیں ضرورت کوئی نہیں تھی کہ کر رہی ہے۔ جس کو ہم سن نہیں سکتے تو ہمیں کیا پتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے بتانے کا مقصد کیا تھا۔ کیا قرآن کریم میں کہیں یہ لکھا ہے کہ جنت میں فلاں شخص مثلاً عبدالرشید نامی دس ہزار سال سے بیٹھا ہوا ہے۔ چونکہ ہمارے لئے اس کے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی باتیں نہیں بتائیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ۔ کہ زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کر رہی ہے تو اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ اے لوگو تم اس تسبیح کو سنو۔ جب ہم کہتے ہیں کہ چاند نکل آیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ لوگ آئیں اور دیکھیں یا جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص گا رہا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ چلو اور اس کا راگ سنو۔ اسی طرح بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- چھوڑ کر عقل کی باتیں ساری (منظوم)
- ارشاداتِ نبوی دربارہ رمضان المبارک
- صحابہ کرامؓ ضلع بہاولنگر
- حادثاتی ایجادات جنہوں نے زندگی سہل بنادی

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دو خصلتیں جنت میں لے جاتی ہیں

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں یا دو عادتیں ایسی ہیں جو کوئی مسلم بندہ پابندی سے انہیں (برابر) کرتا رہے گا تو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا، یہ دونوں آسان ہیں اور ان پر عمل کرنے والے لوگ تھوڑے ہیں (۱) ہر نماز کے بعد دس بار ’’سبحان اللہ‘‘ اور دس بار ’’الحمد اللہ‘‘ اور دس بار ’’اللہ اکبر‘‘ کہنا، اس طرح یہ زبان سے دن اور رات میں ایک سو پچاس بار ہوئے، اور قیامت میں میزان میں ایک ہزار پانچ سو بار ہوں گے، (کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے) اور سونے کے وقت چونتیس بار ’’للہ اکبر‘‘، تینتیس بار ’’الحمد اللہ‘‘، تینتیس بار ’’سبحان اللہ‘‘ کہنا، اس طرح یہ زبان سے کہنے میں سو بار ہوئے اور میزان میں یہ ہزار بار ہوں گے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ (کی انگلیوں) میں اسے شمار کرتے ہوئے دیکھا ہے، لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! یہ دونوں کام تو آسان ہیں، پھر ان پر عمل کرنے والے تھوڑے کیسے ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا: (اس طرح کہ) تم میں ہر ایک کے پاس شیطان اس کی نیند میں آئے گا، اور ان کلمات کے کہنے سے پہلے ہی اسے سلا دے گا، ایسے ہی شیطان تمہارے نماز پڑھنے والے کے پاس نماز کی حالت میں آئے گا، اور ان کلمات کے ادا کرنے سے پہلے اسے اس کا کوئی (ضروری) کام یاد دلا دے گا، (اور وہ ان تسبیحات کو ادا کئے بغیر اٹھ کر چل دے گا)۔

(سنن ابو داؤد، حدیث نمبر 5065)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

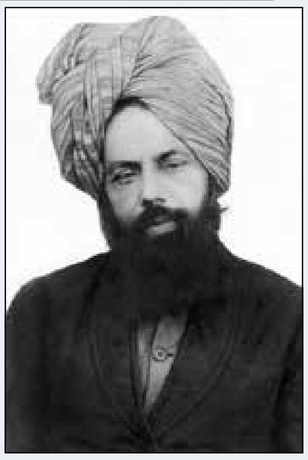

اللہ کو کثرت سے یاد کرنے کا مطلب

قرآن شریف میں تو آیا ہے۔ وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (الانفال: ۶۴) اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

اب یہ وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا نماز کے بعد ہی ہے تو 33 مرتبہ تو کثیر کے اندر نہیں آتا۔ پس یاد رکھو کہ 33 مرتبہ والی بات حسب مراتب ہے ورنہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو سچے ذوق اور لذّت سے یاد کرتا ہے اُسے شمار سے کیا کام۔ وہ تو بیرون از شمار یاد کرے گا۔

ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کسی پر عاشق تھی۔ اُس نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے پھیر رہا ہے اس عورت نے اُس سے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے اُس نے کہا کہ میں اپنے یار کو یاد کرتا ہوں۔ عورت نے کہا کہ یار کو یاد کرنا اور پھر گِن گِن کر؟

درحقیقت یہ بات بالکل سچی ہے کہ یار کو یاد کرنا ہو تو پھر گِن گِن کر کیا یاد کرنا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ جب تک ذکر الٰہی کثرت سے نہ ہو وہ لذت اور ذوق جو اس ذکر میں رکھا گیا ہے حاصل نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو 33 مرتبہ فرمایا ہے وہ آنی اور شخصی بات ہو گی کہ کوئی شخص ذکر نہ کرتا ہو گا تو آپ نے اُسے فرمادیا کہ 33 مرتبہ کرلیا کر۔ اور یہ تو تسبیح ہاتھ میں لے کر بیٹھتے ہیں۔ یہ مسئلہ بالکل غلط ہے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آشنا ہو تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے کبھی ایسی باتوں کا التزام نہیں کیا وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا تھے۔ انسان کو تعجب آتا ہے کہ کس مقام اور درجہ پر آپ پہنچے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ رات کو جب میری آنکھ کھلی تو میں نے آپؐ کو اپنے بستر پر نہ پایا۔ مجھے خیال گذرا کہ کسی دوسری بیوی کے گھر میں ہوں گے۔ چنانچہ میں نے سب گھروں میں دیکھا مگر آپؐ کو نہ پایا۔ پھر میں باہر نکلی تو قبرستان میں دیکھا کہ آپ سفید چادر کی طرح پر زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور سجدہ میں گرے ہوئے کہہ رہے ہیں سجدت لك روحي و جناني۔ اب بتاؤ کہ یہ مقام اور مرتبہ 33 مرتبہ کی دانہ شماری سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

جب انسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت جوش زن ہوتی ہے تو اس کا دل سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے۔ وہ ذکر الٰہی کرنے میں بے انتہا جوش اپنے اندر پاتا ہے اور پھر گِن کر ذکر کرنا تو کفر سمجھتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عارف کے دل میں جو بات ہوتی ہے اور جو تعلق اپنے محبوب و مولا سے اُسے ہوتا ہے وہ کبھی روا رکھ سکتا ہی نہیں کہ تسبیح لے کر دانہ شماری کرے۔ کسی نے کہا ہے مَن کا منکا صاف کر۔

انسان کو چاہیے کہ اپنے دل کو صاف کرے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرے تب وہ کیفیت پیدا ہو گی اور ان دانہ شماریوں کو ہیچ سمجھے گا۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 19 تا 20۔ ایڈیشن 1984ء)

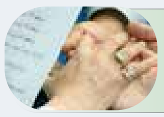

دربارِ خلافت

’’میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔‘‘(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلامؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’مَیں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔‘‘ (کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13صفحہ 293۔ حاشیہ)

ایک احمدی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اُسے ان الفاظ کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمائے ہیں، ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے۔ ان پر غور کرنا چاہئے۔ ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور جب ایک احمدی یہ کر رہا ہو گا تو تبھی وہ اُسے بیعت کا حق ادا کرنے والا بناتا ہے۔ ورنہ تو صرف ایک دعویٰ ہے کہ ہم احمدی ہیں۔ وہ سچائی اور ایمان جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام لانا چاہتے ہیں یا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے، جس سے دلوں میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے، یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، جیسا کہ آپ کے اس فقرے سے ظاہر ہے کہ ’’سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے‘‘ یعنی یہ سچائی اور ایمان اور تقویٰ کا زمانہ کسی وقت میں تھا جو اَب مفقود ہو گیا ہے اور اس کو پھر لانا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا کام ہے۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ سچائی اور ایمان اور تقویٰ کے قیام کا یہ زمانہ اپنی اعلیٰ ترین شان کے ساتھ اُس وقت آیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیج کر شریعت کو کامل کرتے ہوئے ’’اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدہ: 4)‘‘ کا اعلان فرمایا تھا کہ آج مَیں نے تمہارے فائدے کے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنے احسان کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا ہے۔ یہ اعلان جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا تو وہ وقت تھا جب یہ سب کچھ قائم ہوا۔ پس اس بات میں تو کسی احمدی کو ہلکا سا بھی شائبہ نہیں، نہ کبھی خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کوئی نئی چیز لے کر آئے ہیں اور نہ کوئی احمدی کبھی ایسا سوچ سکتا ہے۔ آپ نے تو اُس سچائی، اُس ایمان اور اُس تقویٰ کو دوبارہ دنیا میں قائم کرنے کے لئے قرآنِ کریم کی پیشگوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آنا تھا اور آئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی تھی اور جس سے مسلمان اپنی شامتِ اعمال کی وجہ سے محروم کر دیئے گئے تھے۔

پس ہم احمدی جب یہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو مانا ہے تو ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ کیا ہم نے وہ ایمان اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس کی تعلیم قرآنِ کریم نے دی تھی اور جو صحابہ نے اپنے اندر پیدا کیا ہے؟ کیا ہم نے اُس سچائی کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی یا کر رہے ہیں جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مومنین کی ایک کثیر تعداد نے اپنے اندر انقلاب لاتے ہوئے پیدا کیا؟ کیا ہم نے اپنے دلوں میں وہ تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کی جس کا ذکر ہم صحابہ رِضۡوَانُ اللّٰہِ عَلَیۡہِمۡ کی سیرت میں سنتے اور پڑھتے ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تو اپنی زندگی میں اپنے صحابہ کی زندگی میں یہ انقلاب پیدا فرمایا تھا جس کا ذکر مَیں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے واقعات جب بیان کرتا ہوں تو اُس حوالے سے کرتا رہتا ہوں۔ یہ فقرہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے کہ ’’میں بھیجا گیا ہوں تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو‘‘ اس کے آگے پھر چند سطریں چھوڑ کر آپ فرماتے ہیں کہ ’’سو یہی افعال میرے وجود کی علّتِ غائی ہیں۔ (کتاب البریہ۔ روحانی خزائن۔ جلد 13۔صفحہ 293۔ حاشیہ)

یعنی آپ کے وجود کی، آپ کی ذات کی اصل اور بنیادی وجہ ہیں۔ پس جب آپ اپنے ماننے والوں کو ایک جگہ مخاطب کر کے یہ فرماتے ہیں کہ ’’میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو‘‘۔ (فتح اسلام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34) تو یہ کام جن کا آپ نے ذکر فرمایا ہے، یہ کام کرنے والے ہی آپ کے وجود کی سرسبز شاخ بن سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنے وجود کا یہی بنیادی مقصد قرار دیا ہے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ایک شیریں اور میٹھے پھلدار درخت کی کچھ شاخیں زہریلے پھل دینے لگ جائیں یا سوکھی شاخیں اُس درخت کا حصہ رہیں۔ سوکھی شاخوں کو تو کبھی اُس کا مالک جو ہے رہنے نہیں دیتا بلکہ کاٹ کر علیحدہ کر دیتا ہے۔ پس بہت خوف کا مقام ہے۔ ہمیں ہر وقت ذہن میں یہ رکھنا چاہئے کہ بیعت کے بعد ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں۔ جو تو نئے بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو رہے ہیں، اُن کے واقعات اور حالات جب مَیں سنتا ہوں یا خطوں میں پڑھتا ہوں تو اپنے ایمان میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن بعض وہ جن کے باپ دادا احمدی تھے ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں، جب بعض دفعہ ان کے بعض حالات کا پتہ چلتا ہے کہ بعض کمزوریاں پیدا ہو رہی ہیں تو دُکھ اور تکلیف ہوتی ہے کہ اُن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی خواہش کے مطابق اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی طرف اُس طرح توجہ نہیں ہے جس طرح ہونی چاہئے۔ پیدائشی بقیہ صفحہ 7 پر

چھوڑ کر عقل کی باتیں ساری

چھوڑ کر عقل کی باتیں ساری
عشق سے مانگ زکوتیں ساری

اس کی توصیف مکمل نہ ہوئی
ہو گئیں ختم لغاتیں ساری

توڑ کر پھینک دے اس کے در پر
یہ قلم اور دواتیں ساری

اس کی نظروں سے چھپا کر رکھنا
صوم اپنے یہ صلاتیں ساری

اس سے ہی ملتے ہیں سارے انعام
سارے اکرام، نجاتیں ساری

دیکھنا ان کو چھپا کر رکھنا
کام آئیں گی یہ راتیں ساری

ہے فقط عشق نجیب الطرفین
اَور کم ذات ہیں ذاتیں ساری

تن کی مٹی ہو کہ من کا سونا
ایک ہی دھات ہیں دھاتیں ساری

سامنا ان سے ہوا جب مضطرؔ!
خود گرا دو گے قناتیں ساری

چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی

اشکوں کے چراغ ایڈیشن 2011 صفحہ 169

ابو سلطان

تعارف سورۃ التغابن (64 ویں سورۃ)

(مدنی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 19 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

تعارفی کلمات

یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی۔ سابقہ سورۃ کے اختتام پر مؤمنوں کو یہ نصیحت کی گئی تھی کہ انہیں حق کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرنا چاہیئے قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جب انہیں خدا کے سامنے اپنے اعمال پر جوابدہ ہونا پڑے گا۔ موجودہ سورۃ میں اس خوفناک دن کی تفصیل بتائی گئی ہے جو ہار اور جیت کا دن کہلاتا ہے۔ مؤمنوں کو پھر پرزور نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کے حوالہ سے کسی بھی رشتہ داری کو جو اس راہ میں روک بنتی ہے، خاطر میں نہ لائیں۔ یہ سورۃ مزید بتاتی ہے کہ خدا نے یہ کائنات انسان کی خدمت کے لئے بنائی ہے اور انسان کو قدرتی صلاحیتوں اور طاقتوں سے نوازا ہے تا کہ وہ اپنے مقصدِ پیدائش (عبادت) کو حاصل کر سکے۔ بدقسمتی سے ناشکرے لوگ خدا کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں۔ انہیں متنبہ کیا گیا ہے کہ انہیں اس دن کی تیاری کرنی چاہیئے جب خدا کے رسولوں کی نافرمانی کی وجہ سے انہیں اپنی ہار پر ندامت ہوگی۔

اپنے اختتام پر یہ سورۃ مؤمنوں کو بتاتی ہے کہ وہ اپنی غفلتوں اور کمزوریوں کو، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے دور کر سکتے ہیں، اگر وہ خدا کے احکامات کی کامل فرمانبرداری کریں اور حق کے راستے میں بلا خوف و خطر خرچ کریں۔

ابو سلطان

تعارف سورۃ الطلاق (65 ویں سورۃ)

(مدنی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 13 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی، پانچویں یا چھٹے سال میں۔ اس سورۃ کی شان نزول حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا اپنی بیوی کو دوران حیض طلاق دینا بنا، جس کی مناہی اس سورۃ کا ایک مقصد ہے (بخاری)۔ سابقہ سورۃ میں مومنوں کی بیویوں اور بچوں کو ایک پرزور تنبیہ کی گئی تھی، جیسا کہ وہ مردوں کی مالی قربانی کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ میاں بیوی کے درمیان حق کی خاطر جھگڑے کی وجہ بن سکتا ہے جو جھگڑا اطلاق پر منتج ہوسکتا ہے، یا طلاق کی وجہ دونوں کی طبائع کا فرق بھی ہوسکتا ہے یا کوئی اور وجہ بھی ہوسکتی ہے۔ وجہ کوئی بھی ہو، طلاق کا ایک طریق وضع کرنا ضروری تھا اور یہی موجودہ سورۃ کی سابقہ سورۃ کے معاًبعد رکھے جانے کی ایک وجہ ہوسکتی ہے۔ مگر پورے قرآن کے مضامین کے حوالہ سے ایک گہرا ربط بھی پایا جاتا ہے۔ یہ قرآن کریم کا ایک عمومی طریق ہے کہ جب بھی کسی سورۃ کا آغاز کسی خاص موضوع سے ہوتا ہے تو اس موضوع کی اہمیت کو مزید اجاگر کرنے کے لئے اس کی آخری آیات میں اس مضمون کا اعادہ ہوتا ہے۔ یہی طریق قرآن کریم کی جملہ سورتوں میں پایا جاتا ہے۔ یوں ایسے چند معاشرتی اور سیاسی مسائل جو ابتدائی مدنی سورتوں میں بیان کئے گئے تھے جن میں سورۃ البقرۃ، آل عمران اور النساء شامل ہیں، انہی مضامین کو آخری دس مدنی سورتوں میں دوبارہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ طلاق کے مضمون پر موجودہ سورۃ تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے جس کے بارے میں قبل ازیں سورۃ البقرۃ میں ذکر آچکا ہے۔

مضامین کا خلاصہ

اس سورۃ کے آغاز میں طلاق کا طریق واضح کیا گیا ہے جب ایک مرد اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرلے تو طلاق کے بعد دوران عدت عورت سے کیسا سلوک ہونا چاہیئے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جب تک عدت پوری نہ ہوجائے یہ حکم دیا گیا ہے کہ عدت کے دوران عورت کی بنیادی ضروریات کا ضرور خیال رکھا جائے اور مرد پر اس کی حیثیت کے مطابق مالی بوجھ ڈالا جائے۔ یہ نہایت اہم بات ہے کہ اس سورۃ کی ابتدائی پانچ آیات میں چار مرتبہ مردوں کو اپنے معاملات میں تقویٰ اختیار کرنے کی توجہ دلائی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طلاق کے معاملات میں عموماً مرد اپنی بیویوں کے ساتھ ناانصافی کا سلوک کرتے ہیں۔ اسی لئے انہیں بار بار تقویٰ اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

جب خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ کہ زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کر رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس تسبیح کو سنو۔ پس معلوم ہوا کہ یہ تسبیح ایسی ہے جسے ہم سن بھی سکتے ہیں۔ ایک سننا تو ادنیٰ درجے کا ہے اور ایک اعلیٰ درجے کا۔ مگر اعلیٰ درجے کا سننا انہی لوگوں کو میسر آسکتا ہے جن کے ویسے ہی کان اور آنکھیں ہوں۔ اسی لئے مومن کو یہ کہا جاتا ہے کہ جب وہ کھانا شروع کرے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے۔ کھانا ختم کرے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے۔ کپڑا پہنے یا کوئی اور نظارہ دیکھے تو اسی کے مطابق تسبیح کرے۔ گویا مومن کا تسبیح کرنا کیا ہے؟ وہ ان چیزوں کی تسبیح کی تصدیق کرنا ہے۔ وہ کپڑے کی تسبیح اور کھانے کی تسبیح اور دوسری چیزوں کی تسبیح کی تصدیق کرتا ہے۔ جب انسان کھانا کھاتے ہوئے بِسْمِ اللّٰہ پڑھتا ہے۔ کھانا ختم کر کے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پڑھتا ہے۔ کپڑا پہنتے ہوئے دعا کرتا ہے اور اللہ کو یاد رکھتا ہے تو یہ چیزیں جو انسان خود کر رہا ہوتا ہے یہی اصل میں تسبیح ہے جو ان چیزوں کی طرف سے ہو رہی ہوتی ہے۔ ان کو دیکھ کے جب انسان شکر گزاری کرتا ہے تو یہی تسبیح ان چیزوں کی طرف سے بھی ہو رہی ہے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں اَور کتنے ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں۔ وہ رات دن کھاتے اور پیتے ہیں۔ پہاڑوں پر سے گزرتے ہیں، دریاؤں کو دیکھتے ہیں، سبزہ زاروں کا مشاہدہ کرتے ہیں، درختوں اور کھیتوں کو لہلہاتے ہوئے دیکھتے ہیں، پرندوں کو چہچہاتے ہوئے سنتے ہیں، مگر ان کے دلوں پر کیا اثر ہوتا ہے۔ کیا ان کے دلوں میں بھی ان چیزوں کے مقابلے میں تسبیح پیدا ہوتی ہے۔ اگر نہیں پیدا ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ان چیزوں کی تسبیح کو نہیں سنا۔ مگر تم کہو گے کہ ہمارے کانوں میں تسبیح کی آواز نہیں آتی۔ میں اس کے لئے تمہیں بتاتا ہوں کہ کئی آوازیں کان سے نہیں بلکہ اندر سے آتی ہیں۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 16 صفحہ 150-149)

پس ہر شکر گزاری جو ہے جب وہ انسان کسی چیز کی کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھتا ہے تو سبحان اللہ پڑھتا ہے تو انسان کی جو تسبیح ہے وہ اصل میں ان چیزوں کی جو تسبیح ہے اس کا اظہار انسان کے منہ سے ہو رہا ہوتا ہے۔ اس نکتے کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ پس تسبیح کے اس انداز کو بھی ہمیں اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے بلکہ تقویٰ تو یہی ہے کہ اس قسم کی تسبیح ہمارا معمول بن جائے۔

(خطبہ جمعہ 4/ ستمبر 2015ء)

تبرکات حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ

ارشاداتِ نبوی دربارہ رمضان المبارک

خدا تعالیٰ کے فضل سے چند روز سے رمضان شریف کا مبارک مہینہ شروع ہے۔ مخلصین اس نادر موقع سے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش کر رہے ہوں گے۔ روزوں کے متعلق احادیث اور قرآن کریم کی روشنی میں ذیل کی چند باتوں کے مطالعہ سے احباب فائدہ اٹھائیں گے۔

حکیم مطلق کے تمام احکام میں بے شمار و بے انتہا حکمتیں ہیں۔ جن تک کسی انسان عاجز کا دماغ بھی نہیں جا سکتا۔ مگر اسی کے کلام اور اسی کے رسول (ﷺ) کی باتوں کی روشنی میں رمضان میں تین بڑی بڑی حکمتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اوّل قرآن کریم میں جہاں رمضان شریف کا مفصل بیان آیا ہے اسی رکوع کے ابتدا میں روزہ کی غرض بتائی کہ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ۔ کہ روزے رکھنے کی وجہ سے انسان کو تقویٰ حاصل ہوتا ہے یعنی روزہ کیا ہے۔ انسان کے پاس سب کچھ ہے مگر وہ استعمال سے اجتناب کرتا ہے۔ اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ جب جائز چیزیں ایک وقت تک اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت چھوڑی جا سکتی ہیں تو انسان ناجائز چیزیں تو بدرجہ اول چھوڑ سکتا ہے۔ چنانچہ اس رکوع کے اختتام پر فرمایا لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ بِالۡبَاطِلِ وَتُدۡلُوۡا بِہَاۤ اِلَی الۡحُکَّامِ (البقرہ:189)۔ یعنی رمضان سے سبق حاصل کر کے اپنی باقی زندگی میں اپنا یہ شعار بنا لو کہ کسی کے خلاف مال کو ناجائز استعمال نہیں کرتا کیونکہ یہ تقویٰ کے خلاف ہے۔

(2) رمضان کی ایک حکمت یہ ہے کہ ایک مہینہ ایسا ہو کہ جس میں متمول اور امیر طبقہ کے لوگ غرباء کی حالت کا خود عملی طور پر تجربہ کر لیں اور اس بات کا احساس کریں کہ غرباء کو سال بھر کس قسم کی تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔ پس روزہ امراء کو احساس کراتا ہے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کی امداد کریں اور ان کی حالت بہتر بنانے کی طرف توجہ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق بخاری میں آتا ہے کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور خاص طور پر رمضان شریف میں تو اور بھی زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے۔ پس آپ کے نمونہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب استطاعت اشخاص اور متمول لوگوں کو اپنے غریب ہمسائیوں کی مدد کرنی چاہئے۔ پھر صدقۃ الفطر اور فدیہ وغیرہ دینے کے احکام سے بھی غرباء کی امداد مقصود ہے۔

تیسری بڑی حکمت یہ ہے کہ رمضان شریف میں قرآن کریم پڑھنے کا خاص موقع ملتا ہے۔ جیسے قرآن میں خدا تعالیٰ نے فرمایا شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ (البقرہ:186)۔ پس چاہئے کہ رمضان میں کثرت کے ساتھ قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور اس کے مطالب پر غور کریں۔ اسی کو دنیا میں پیش رو اور امام بنائیں۔ اسی کو اپنا ورد اور وظیفہ بنائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصیام جُنة فلا یرفث ولا یجھل ...... الصیام لی وانا اجزی بہٖ یعنی روزے ڈھال ہیں یعنی جس طرح لڑائی میں انسان تلوار اور تیر و تبر کے وار سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے سامنے ڈھال کر لیتا ہے۔ اسی طرح اسے کوشش کرنی چاہئے کہ گناہوں کی تلوار کے لئے بھی روزوں کی ڈھال تیار کرے تا کہ اس کے وار سے بچا رہے۔ الصیام لی وانا اجزی بہٖ کا صرف یہ مطلب نہیں کہ روزہ میری خاطر رکھا جاتا ہے اور میں اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ باقی تمام اعمال حسنہ کا بدلہ بھی تو خود خدا تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ پھر روزے کے متعلق اس قول کا کیا مطلب ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسانی جسم کو اس قسم کا بنایا ہے کہ بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ فرمایا وَمَا جَعَلۡنٰہُمۡ جَسَدًا لَّا یَاۡکُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُوۡا خٰلِدِیۡنَ O (الانبیاء:9)۔ ہم نے ان کو ایسا جسم نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔ مگر اس کے مقابلہ پر خدا تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ وہ ایسی باتوں سے منزہ اور پاک ہے۔ خدا تعالیٰ کو ہرگز کھانے کی ضرورت نہیں۔ پس جب ایک شخص روزہ رکھتا ہے تو گویا وہ خدا تعالیٰ کی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ گو تھوڑے وقت کے لئے ہی سہی۔ پھر وہ خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ پس اس وجہ سے خدا تعالیٰ اس کو خاص طور پر بدلہ دیتا ہے۔ چنانچہ اس کا وعدہ اس نے اپنے رسول کی زبانی اس حدیث میں دیا ہے۔

بخاری میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ایسا بھی ہو گا جس میں سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ اس کا نام ریان ہو گا۔ یعنی وہ لوگ جو دنیا میں خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے بھوک پیاس برداشت کرتے ہیں اور اپنے غریب بھائیوں کی امداد کرتے ہیں۔ ان کو قیامت کے دن سیری کے دروازے میں سے داخل کیا جائے گا اس لئے کہ وہاں سیری ہی سیری ہے۔ بھوک تو صرف اس دنیا تک محدود ہے۔

بخاری میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا اِذَا دَخَلَ شہر رَمَضَانُ فُتِحَتۡ اَبۡوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتۡ اَبۡوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلۡسِلَتِ الشَّیَاطِیۡنُ یعنی جب ماہ رمضان آتا ہے تو آسمان اور جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیطان جکڑے جاتے ہیں۔ ظاہری طور پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان شریف شروع ہے مگر بدیاں بدستور ہو رہی ہیں۔ لوگ قسما قسم کی بدکاریاں کرتے ہیں۔ روزانہ چوروں کو پکڑا جاتا ہے۔ ان کو سزائیں دی جاتی ہیں۔ بہت سے لوگ زنا اور بدنظری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ جنگ ہی میں ہزاروں جانیں تلف ہو رہی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں گناہ دو قسم کے ہیں (1) انسان گناہ کرتا ہے تا کہ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا پیٹ بھرے۔ حرص، لالچ، ظلم اور قتل و غارت اسی کا نتیجہ ہیں۔ موجودہ جنگ میں ہٹلر نے ساری دنیا کو مصیبت میں ڈالا تو پیٹ کی خاطر کسی نہ کسی طرح جرمن قوم کا پیٹ بھر سکے۔ اگر اس پیٹ کے بھرنے کی خواہش نہ ہوتی تو یہ دوزخ دنیا میں کبھی گرم نہ ہوتا۔ دوسری قسم کے ایسے گناہ ہیں جو انسان اپنی شہوت کو پورا کرنے کے لئے کرتا ہے۔ چنانچہ کئی لوگ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اپنی عزت اور ننگ و ناموس تک مٹا دیتے ہیں۔ اپنی حیثیت اور لوگوں کے طعنوں کی ذرا پروا نہیں کرتے۔ چنانچہ ایک بہت بڑی سلطنت کے مالک نے ایک عورت کی خاطر اپنی سلطنت کو ٹھکرا دیا۔

پس رمضان آ کر ان تمام موجبات دوزخ کو بند کرتا ہے۔ جب اس کے اسباب کو روک دیا گیا تو دوزخ ازخود بند ہو گیا اور شیطان خود بخود جکڑے گئے اور اگر تمام لوگ اس پر عمل کرنا شروع کر دیں تو جنت کے دروازے کھل جائیں اور گناہوں کے دروازے بند ہو جائیں اور یہی مطلب اس حدیث کا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعلٰی اٰلِ محمد بَارِکۡ وَسَلِّمۡ۔

(روزنامہ الفضل قادیان 15 ستمبر 1943ء صفحہ 3)

مرسلہ: آر۔ئی۔احمد

صحابہ کرامؓ ضلع بہاولنگر

محترم حضرت چوہدری رحمت اللہ صاحبؓ ولد مکرم بوڑا صاحب

آپؓ 1883ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے 1903ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مکرم ڈاکٹر چوہدری محمد سلیم صاحب صدر جماعت احمدیہ چک نمبر 327/HR ضلع بہاولنگر اپنے دادا جان حضرت چوہدری رحمت اللہ صاحبؓ کی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ پاکستان بننے سے پہلے ضلع ہوشیارپور انڈیا میں رہائش پذیر تھے۔ ان دنوں ہمارے گاؤں کی مسجد میں حضرت میاں ہاشم علی صاحب جو اس گاؤں کے امام مسجد تھے، ایک خواب کی بنا پر قادیان گئے اور حضرت مسیح موعودؑ جب مسجد مبارک میں نماز کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے جیسا کہ خواب میں آپ کو دیکھا تھا ویسا ہی پایا اور تین روز قادیان میں قیام کے دوران حضرت اقدسؑ کی بیعت کرلی۔ قادیان سے واپس آکر مسجد میں ایک نماز کے موقع پر انہوں نے کھڑے ہو کر سب نمازیوں کو مخاطب کیا اور کہا کہ آپ لوگ اپنے کسی امام الصلوٰۃ کا انتظام کرلیں کیونکہ میں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کی بیعت کرلی ہے۔ اس وقت مسجد میں 60 کے قریب نمازی تھے۔ اس پر میرے دادا جان حضرت چوہدری رحمت اللہ صاحب نے حضرت میاں ہاشم علی صاحب سے کہا کہ اگر آپ نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کرلی ہے تو ہماری بیعت کا خط بھی آج ہی لکھ دیں۔ چنانچہ مسجد میں موجود ساٹھ کے ساٹھ نمازیوں نے اپنی بیعت کا خط ان سے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لکھوا دیا۔ اس واقع کے تقریباً دو سال بعد میرے دادا جان قادیان گئے اور حضرت اقدسؑ سے ملاقات کی۔ وہاں پر کچھ اور لوگ بھی بیعت کرنے والے موجود تھے۔ دادا جان کہتے ہیں کہ حضور نے پگڑی کا ایک سرا میرے ہاتھ میں پکڑا دیا اور دوسرا اپنے دست مبارک میں پکڑ لیا چنانچہ حضور علیہ السلام نے سب افراد کی بیعت لے لی۔ دادا جان کو حضورؑ کے پاؤں دبانے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ دادا جان تین چار دن قادیان میں ٹھہرے اور پھر واپس اپنے گاؤں میں آ گئے۔ آپ 1947ء میں ہجرت کر کے پاکستان ضلع بہاولنگر چک نمبر 327/HR میں قیام پذیر ہوئے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب مزید بیان کرتے ہیں کہ دادا جان بڑے فدائی احمدی تھے۔ ہمیشہ تبلیغ ہی کرتے رہتے۔ تہجد گزار تھے۔ ہم سب کو نمازوں کی پابندی کی تلقین کرتے۔ ہر ایک سے شفقت اور پیار سے پیش آتے۔ آپ نے 15جون 1957ء بعمر 74سال وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

محترم حضرت میاں علی محمد صاحبؓ ولد میاں فتح دین صاحب

آپ کا تعلق 9فوڈرواہ تحصیل چشتیاں سے ہے۔ آپ نے 1907ء میں بیعت کی۔ دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ کے ریکارڈ میں آپ کی خودنوشت موجود ہے جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ میں بفضل خدا موصی ہوں اور مارچ 1907ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر قادیان دارالامان جاکر بیعت کی تھی اور دسمبر 1907ء کے جلسہ سالانہ پر بمع اپنی جماعت کے افراد سیکرٹری نواب الدین اور پریزیڈنٹ جماعت مولوی غلام رسول صاحب اور بہت سے افراد ساتھ تھے، شامل ہوا۔ ہماری انجمن مانگا چانگریاں ضلع سیالکوٹ تھی۔ ہم جلسہ سالانہ پر آئے تھے۔ ہم سب افراد کی دلی خواہش تھی کہ ہم سٹیج کے نزدیک بیٹھ کر مسیح موعودؑ کی تقریر سنیں گے اور ہم نے کھانا بھی نہ کھایا تھا اور سب اپنی جماعت کے افراد مل کر سٹیج کے نزدیک بیٹھ گئے۔ اور جب حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے اور سٹیج پر کھڑے ہوتے ہی حضورؑ نے فرمایا کہ حقّہ نوشی کرنے والے دوست پیچھے چلیں جائیں اور حقّہ نہ پینے والے دوست آگے آجائیں کیونکہ حقّہ پینے والے دوستوں کے سانس سے مجھے بدبو آرہی ہے۔ حضور کا یہ فرمانا تھا کہ ہمیں حقّہ سے بے حد نفرت ہوگئی۔ بے اختیار ہمارے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ اے حقّے! تو نے ہمیں آج اعلیٰ دربار سے پیچھے نکالا ہے اس لئے آج سے لے کر مرتے دم تک ہم تیرے نزدیک نہیں جائیں گے اور سب دوستوں نے وہاں بیٹھ کر حقّہ پینے سے توبہ کرلی۔ پھر آج دم تک حقّہ نہیں پیا۔ یہ واقعہ ہمیشہ ہمارے کانوں میں گونجتا رہتا ہے اور آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ اور ہماری درخواست ہے کہ تمام دوستوں تک یہ واقعہ پہنچانے کے لئے واقعہ متعلقہ دفتر اور اخبار الفضل میں نقل بھیج دیویں۔ لہٰذا دفتر متعلقہ مہربانی فرما کر اخبار الفضل میں شائع فرمادیویں تاکہ جو دوست پڑھے وہ نصیحت حاصل کرے اور حقّہ نوشی سے نفرت کرے۔ فقط والسلام خاکسار میاں علی محمد ولد فتح دین صحابی حضرت مسیح موعودؑ حال سکنہ چک 184 الف فتح ڈاکخانہ 88 براستہ حاصل پور منڈی ضلع بہاولپور وصیت نمبر 6053 پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ 184الف فتح۔ مہر نظارت بہشتی مقبرہ

مکرم محمود احمد وڑائچ صاحب مربی سلسلہ ولد مکرم چوہدری رحمت اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ محترم حضرت علی محمد صاحبؓ ولد مکرم فتح دین صاحب چک 184الف فتح تحصیل حاصل پور میں نقل مکانی کرنے سے پہلے چک 9فورڈواہ تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر میں قیام پذیر رہے ہیں۔

مکرم نعمت اللہ وڑائچ صاحب ولد مکرم چوہدری شاہ محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت میاں علی محمد صاحبؓ ولد مکرم فتح دین صاحب خاکسار کے تایا جان تھے جو کہ صحابی تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تمام کتابیں پڑھی ہوئی تھیں۔ آپ اپنے چھوٹے بھائیوں کو کہتے کہ تم کام کرو۔ آپ درخت کے نیچے حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں پڑھتے رہتے۔ حضور کے بہت سے اقتباس زبانی یاد تھے۔ نماز تہجد کے بڑے پابند تھے۔ آپ درویش آدمی تھے۔ کام ہی دین کا کرتے تھے۔ دنیاداری سے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ صاحب علم تھے۔ جب آپ 9فورڈواہ سے نقل مکانی کر کے 184الف فتح بہاولپور چلے گئے جو آٹھ دس کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا تو مہینے میں دو تین بار ضرور ہمارے گاؤں آتے۔ اتفاق ایسا تھا کہ جس کمرے میں، مَیں سوتا تھا اسی میں وہ سوتے تھے۔ آپ اونچی آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور تہجد پڑھتے تو میں بھی بیدار ہو جاتا۔ اور نماز اور قرآن پڑھتا۔ انہوں نے ہی مجھے نماز کا عادی بنایا۔ آپ امام الصلوٰۃ تھے۔ قرآن کریم کا کافی حصہ انہیں یاد تھا۔ آپ کا ایک بیٹا جس کا نام چوہدری بشیر احمد صاحب تھا اور تین بیٹیاں تھیں۔ سارے مسائل آپکو یاد تھے کہ کس طرح غیر از جماعت کے ساتھ بات کرنی ہے۔ کتابوں کے مطالعہ کی وجہ سے کافی دلائل انہیں یاد ہو گئے تھے۔ مرکز سے کوئی نمائندہ آتا تو اس کو جماعتوں کا تعارف کرواتے اور اس کے ساتھ دورہ پر جاتے۔ آپ ضلع کے کامیاب داعی الی اللہ تھے۔ ہمارے دادا حضرت چوہدری فتح دین صاحب پہلے بیعت کر آئے تھے۔ تو آپ بہت غصہ میں آ گئے۔ مگر ایک دو سال کے بعد پھر خود بھی بیعت کر آئے۔ مرکز میں بہت زیادہ آنا جانا تھا۔ آخری وقت تک ان کی صحت بالکل ٹھیک رہی۔ آپ بہت دعا گو انسان تھے۔

آپ کی وفات 13جنوری 1969ء کو ہوئی۔ امانت کے طور پر آپ کو گاؤں میں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد 25دسمبر 1969ء کو آپ کا جسد خاکی بہشتی مقبرہ ربوہ میں لایا گیا۔ اور قطعہ صحابہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت نواب بی بی صاحبہؓ زوجہ مکرم عمر دین صاحب

آپ 1892ء کو پیدا ہوئیں۔ آپ نے 1906ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ دفتر وصیت کے ریکارڈ کے مطابق آپ کے بیٹے مکرم چوہدری ثنا اللہ خاں صاحب ایڈووکیٹ کا بیان حلفی تحریر ہے:

(بیان حلفی) ثناءاللہ ولد چوہدری محمد دین قوم جٹ سکنہ چک نمبر 11فورڈواہ ضلع بہاولنگر بعمر 35سال کا ہوں حلفاً بیان کرتا ہوں 1۔ متوفی مسماۃ نواب بی بی صاحبہ زوجہ عمر دین صاحب میری والدہ ہیں۔ میری والدہ محترمہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا تھا۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ سال بیعت تقریباً 1906ء تھا۔ العبد ثناء اللہ ایڈووکیٹ ضلع بہاولنگر دستخط بحروف انگریزی مؤرخہ 26دسمبر 1967ء۔

مکرم عنایت اللہ وڑائچ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت نواب بی بی صاحبہ زوجہ مکرم عمر دین صاحب خاکسار کی نانی جان تھیں۔ آپ نماز پانچوقتہ کی پابند اور تہجد گزار تھیں۔ جب پہلے خاوند وفات پاگئے تو وہ ان کے چھوٹے بھائی مکرم عمر دین صاحب کے عقد میں آئیں۔ پہلے خاوند سے آپ کے دو بچے مکرمہ رسول بی بی صاحبہ اور مکرم غلام رسول صاحب تھے اور دوسرے خاوند سے آپ کے چار بچے مکرم چوہدری محمد دین صاحب، مکرم چوہدری ثناء اللہ ایڈووکیٹ صاحب، مکرمہ اقبال بیگم صاحبہ اور مکرمہ فاطمہ بیگم صاحبہ تھیں۔ چوہدری عمر دین صاحب نے بھی دوسری شادی کی مگر حضرت نواب بی بی صاحبہ نے اپنی سوتن سے بہت اچھا تعلق رکھا۔ آپ کی سوتن حضرت میاں علی محمدؓ صاحب ولد مکرم فتح دین صاحب کی بیٹی تھیں۔ آپ نے حضرت میاں علی محمدؓ صاحب سے کہا کہ میرا جنازہ آپ نے پڑھانا ہے۔ بڑی منظم خاتون تھیں۔ اپنے بچوں کو تعلیم دلوانے کا اتنا شوق تھا کہ اپنے بیٹے مکرم ثناءاللہ صاحب کو سکول چھوڑنے جاتیں جو گاؤں سے دو میل کے فاصلے پر تھا۔ وہ اپنے ساتھ اپنا چرخا بھی لے جاتیں اور واپسی پر اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر آتیں۔

آپ کی وفات 17اکتوبر 1967ء بعمر 75سال ہوئی۔ آپ کو امانت کے طور پر گاؤں میں ہی دفن کیا گیا اس کے بعد 25دسمبر 1968ء میں آپ کی میت کو ربوہ لایا گیا۔ اور بہشتی مقبرہ قطعۂ عام صحابیہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت غلام احمد صاحبؓ ولد مکرم علی محمد صاحب

آپ 1889ء میں تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ دفتر وصیت کے ریکارڈ کے مطابق آپ نے 1903ء میں بیعت کی۔ پھر آپ وہاں سے ہجرت کر کے چک نمبر 102/6R ضلع بہاولنگر میں آ گئے۔ آپ نے 9ستمبر 1961ء کو بعمر 72سال وفات پائی۔ آپ کو امانتاً مقامی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کی یادگار بہشتی مقبرہ میں قطعۂ صحابہ میں موجود ہے۔

مرتبہ عزیز احمد شہزاد۔مربی سلسلہ واستاد جامعہ احمدیہ تنزانیہ

رمضان اور روزوں کے بارہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء کے زریں ارشادات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہئے۔ میں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر، یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے۔ کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، نہ اپنی مرضی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے۔ جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے (مَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ) اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو، میں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔

(الحکم جلد 11 نمبر 4۔ 21 جنوری 1907ء)

نیز فرمایا:

جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا کے اس حکم پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کرسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو۔ بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔

(البدر۔ 17 اکتوبر 1907ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ لاہور سے کچھ احباب رمضان میں قادیان آئے۔ حضرت صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ مع کچھ ناشتہ کے ان سے ملنے کے لئے (بیت الذکر) تشریف لائے۔ ان دوستوں نے عرض کیا کہ ہم سب روزے سے ہیں۔ آپ نے فرمایا سفر میں تو روزہ ٹھیک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رخصت پر عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ ناشتہ کروا کے ان کے روزے تڑوا دئے۔

(سیرت المہدی۔ جلد 1 ص 344، 345)

مزدور اور روزہ: سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض مزدور روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہیں کیا وہ اس عذر کی بناء پر روزہ ترک کر سکتے ہیں؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں جب یہ سوال پیش کیا گیا کہ بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشتکاروں سے جب کہ کام کی کثرت ...ہوتی ہے، ایسے ہی مزدور جن کا گزارہ مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟

اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا: اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ وطہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ مریض کے حکم میں ہے۔ پھر جب میسّر ہو رکھ لے۔

(ملفوظات جلد 5 ص 296، 297 انڈیا ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں۔ تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔

(ملفوظات جلد 1 ص 439، 440 انڈیا ایڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل قدس اللہ روح روحہ فرماتے ہیں:

رمضان کے مہینہ میں دعاؤں کی کثرت، تدارس قرآن، قیام رمضان کا ضرور خیال رکھنا چاہئے... غرض روزہ جو رکھا جاتا ہے تو اس لئے کہ انسان متقی بنا سیکھے... ان میں بہت کوشش کرو اور بڑی دعائیں مانگو۔ بہت توجہ الی اللہ کرو اور استغفار اور لاحول کثرت سے پڑھو۔ قرآن مجید سن لو، سمجھ لو، سمجھالو۔ جتنا ہو سکے صدقہ اور خیرات دے لو اور اپنے بچوں کو بھی تحریک کرتے رہو۔

(خطبات نور، ص 262، 265)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

رمضان اس لئے نہیں آتا کہ ہم اُسے یونہی گزار دیں بلکہ مومن کے لئے ہمیشہ اپنے پاس رکھنے والی چیزیں ہیں... مومن کو چاہیئے کہ ہر چیز کو باقیات صالحات بنائے، دن گزر جائیں مگر رمضان نہ گزرے۔ رمضان عبادت کا نام ہے اور عبادت نہیں گذرا کرتی وہ دل میں رہتی ہے۔ جو لوگ دنوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں رمضان گزر گیا لیکن جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان عبادت ہے وہ جانتے ہیں کہ عبادت نہیں گذرا کرتی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جب بندہ کوئی نیک کام کرتا ہے تو اس کا ایک سفید نشان اس کے دل پر لگ جاتا ہے گویا وہ نیک کام سمٹ کر ایک نقطہ کی شکل میں اس کے دل میں آجاتا ہے پھر اور نیک کام کرتا ہے تو اور سفید نشان لگ جاتا ہے حتّٰی کہ اس کا سارا دل سفید ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جوں جوں کوئی برے کام کرتا ہے سیاہ نشانات لگتے جاتے ہیں حتّٰی کہ سیاہی اس کے تمام دل کو ڈھانپ لیتی ہے تو نیک اور بد دونوں قسم کے اعمال سمٹ کر انسان کے دل میں جمع ہوجاتے ہیں۔ ہاں دن گزر جاتے ہیں۔ جو چیز رمضان کے ذریعہ خدا تعالیٰ لایا وہ دن رات نہیں تھے دن رات تو رجب، شعبان، شوال وغیرہ دوسرے مہینوں میں بھی ہوتے ہیں اس لئے رمضان دن رات نہیں بلکہ عبادت لایا تھا اور عبادت ایک ایسی چیز ہے جسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ اسے لیتا ہے اور سمیٹ کر انسان کے دل میں رکھ دیتا ہے جہاں سے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اسے نکال نہیں سکتی۔ مومن کو خواہ کس قدر تکالیف پہنچائی جائیں اسے ایمان سے محروم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ چیز اس کے دل کے اندر ہوتی ہے... رمضان کو ہمیشہ کے لئے اپنے دل میں قائم کرلیں۔ جمعہ کو رسول کریم ﷺ نے (دینی بھائیوں) کی عیدوں میں سے ایک عید قرار دیا ہے۔ پس اس دن جب کہ دعائیں خصوصیت سے قبول ہوتی ہیں فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ آج کے دن مومن اس لئے خدا تعالیٰ کے حضور نہیں آتا کہ کہے تُو نے جو مصیبت ہم پر رمضان کی صورت میں نازل کی تھی شکر ہے وہ ٹل گئی بلکہ اس لئے آتا ہے کہ اس دن کی مبارک گھڑیوں میں یہ دعا کرے کہ رمضان کے دن تو گزر گئے لیکن اے خدا! تُو رمضان کی حقیقت ہمارے دل کے اندر محفوظ کر دے تا وہ ہم سے کبھی جدا نہ ہو۔ اس لحاظ سے اگر آج کے جمعہ کی تعریف کریں تو یقیناً ہم نے اس کا مبارک طور پر استعمال کیا... پس آؤ آج خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کریں کہ وہ اس دن کو ہمیشہ کے لئے ہم سے وابستہ کر دے اور ہماری کوئی گھڑی رمضان سے جدا نہ ہو... ہماری طرف سے یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ رمضان کا مہینہ گزر جانے کے بعد بھی اس کی کیفیات ہمارے اندر قائم رہیں یہی ایمان ہے جو ہماری تسلی کا موجب ہوسکتا ہے۔ رمضان کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس مہینہ میں بندوں کے قریب ہوجاتا ہوں جس طرح کوئی بکری چرواہے سے دور رہ کر محفوظ نہیں ہوسکتی اسی طرح جب تک بندہ کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے اِنِّیۡ قَرِیۡبٌ کی آواز نہ آئے وہ بھی مامون نہیں ہوسکتا اور یہ آواز زیادہ تر رمضان کی حالت میں ہی آتی ہے۔ اس لئے رمضان کی کیفیت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(خطبات محمود جلد 12 ص 306، 307، 308، 309)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ روزہ رکھنے والوں کے بارہ میں فرماتے ہیں:

بعض دفعہ وہ رمضان کے مہینے میں ننگے داخل ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عطا کی ہوئی خلعتوں سے لدے ہوئے نکلتے ہیں۔ بعض دفعہ وہ روحانی بیماریوں سے مضمحل اور خمیدہ کمر کے ساتھ رمضان میں داخل ہوتے ہیں لیکن چُست و چالاک اور تندرست شخص کی شکل میں نکلتے ہیں۔ کئی لوگ روحانی طور پر اندھے ہوتے ہیں لیکن سجاکھے، دیکھنے والے اور تیز نظر والے نکلتے ہیں۔ کئی لوگ دل کے جذامی اس مہینہ میں داخل ہوتے ہیں لیکن جب یہ مہینہ ختم ہوتا ہے تو ان کے چہروں پر خوبصورتی، رعنائی اور شادابی کا منظر ہوتا ہے جسے ہر شخص دیکھتا ہے اور واہ واہ کرتا ہے۔ پس خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس کی رحمتوں اور فضلوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور بدقسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے خدا تعالیٰ خود اپنی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھولتا ہے اور وہ منہ پھیر لیتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی فضل کرے جو خدا تعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کو بھی ہدایت دے جو اپنی طبعی نابینائی کی وجہ سے اس کی رحمتوں اور فضلوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

(خطبات محمود جلد 33 ص 164، 165)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رمضان کا مہینہ پانچ بنیادی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ پہلے تو روزہ ہے دوسرے نماز کی پابندی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پھر قیام اللیل یعنی رات کے نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ تیسرے قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت ہے چوتھے سخاوت اور پانچویں آفاتِ نفس سے بچنا ہے ان پانچ بنیادی عبادات کا مجموعہ عباداتِ ماہِ رمضان کہلاتی ہیں۔

(خطبات ناصر جلد 2 ص 954)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رمضان کا مہینہ صبر کا مہینہ کہلاتا ہے کیونکہ اپنی خواہشات پر صبر کرنا ہے اپنے غصوں پر صبر کرنا ہے نیکیوں پر جم کے بیٹھنا ہے۔ بدیوں کی طرف جو تحریک ہے اسکا مقابلہ کرکے رک جانا ہے۔ ان سب چیزوں کو صبر کہا جاتا ہے۔

(خطبات طاہر جلد 15 ص 75)

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز رمضان میں عبادات کا معیار بڑھانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایک مومن کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی طرف توجہ دے، ان دنوں میں پہلے سے بڑھ کر اس کی تسبیح کرے۔ اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا نہ صرف اظہار کرے بلکہ اپنے عبادتوں کے معیار اونچے کرنے کی کوشش کرے ... خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول اپنے سامنے رکھے، دعاؤں اور ذکر الٰہی میں دن اور رات گزارنے کی کوشش کرے، تقویٰ پر چلے ...اپنی عبادتوں کے حق کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ (دے) ...اللہ تعالیٰ اس رمضان میں ہمیں حقیقی تقویٰ عطا کرے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں اور اس کی مدد اور فضل ... دیکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ رمضان میں ہمارے اندر ایک حقیقی انقلاب پیدا کردے۔ آمین یا رَبَّ الْعَالَمِیْن۔

(خطبات مسرور۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 04/ جولائی 2014ء)

فرمایا: اور جس کو اللہ تعالیٰ مل جائے اس کے قدموں کے نیچے دنیا کی ہر نعمت آجاتی ہے.. پس بندے کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات مانے۔ سال کے ایک مہینے کو ہی عبادتوں کیلئے .. کافی نہ سمجھے... جن معیاروں تک اس رمضان میں پہنچے ہیں یا اس تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اس سے نیچے اپنے آپ کو نہ گرنے دیں۔ اپنی نمازوں کے معیاروں کو بھی اونچا کرتے جائیں، اپنے جمعوں کی حاضری کو بھی قائم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننے والے ہوں اور خاص ان لوگوں میں شامل ہونے کی کوشش ...ہمیشہ جاری رکھیں جو اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کو مانگنے والے ہوں، یعنی اس دعا کی کوشش ہو، یہ دعا ہم کرتے رہیں ہمیشہ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ملے۔ ہماری نمازیں، ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کا لقاء حاصل کرنے والی نمازیں اور عبادتیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان معیاروں کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ (آمین)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 31 مئی 2019ء)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

احمدی ہونا بعض دفعہ بعض لوگوں میں سستیاں پیدا کر دیتا ہے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنے دلوں کو ٹٹولتے ہوئے اپنا جائزہ لینا چاہئے۔ اپنے دلوں کو ٹٹولتے رہنا چاہئے کہ کیا ہم کہیں ایسی سستیوں کی طرف تو نہیں دھکیلے جا رہے جو کبھی خدا نہ کرے، خدا نہ کرے واپسی کے راستے ہی بند کر دیں، یا ہم صرف نام کے احمدی کہلانے والے تو نہیں ہو رہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے ارشادات میں، اپنی تحریرات میں متعدد جگہ اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ احمدیت کی حقیقی روح تبھی قائم ہو سکتی ہے جب ہم اپنے جائزے لیتے رہیں اور ہمارے قول و فعل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ آپ ہم میں اور دوسروں میں ایک واضح فرق دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ: ’’مَیں بار بار اور کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ ظاہر نام میں تو ہماری جماعت اور دوسرے مسلمان دونوں مشترک ہیں۔ تم بھی مسلمان ہو۔ وہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ تم کلمہ گو ہو۔ وہ بھی کلمہ گو ہیں۔ تم بھی اتباعِ قرآن کا دعویٰ کرتے ہو۔ وہ بھی اتباعِ قرآن ہی کے مدعی ہیں۔ غرض دعوؤں میں تو تم اور وہ دونوں برابر ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ صرف دعوؤں سے خوش نہیں ہوتا جب تک کوئی حقیقت ساتھ نہ ہو اور دعویٰ کے ثبوت میں کچھ عملی ثبوت اور تبدیلی حالت کی دلیل نہ ہو۔‘‘ (فرمایا کہ دعویٰ کے ثبوت میں کچھ عملی تبدیلی ہو اور اس کی پھر دلیل ہو۔ یہ نظر بھی آ رہا ہو کہ دعویٰ میں جو عملی تبدیلی ہے اس کا واضح طور پر اظہار بھی ہو رہا ہے جو اُس کی دلیل بن جائے) پھر فرمایا کہ ’’اس واسطے اکثر اوقات مجھے اس غم سے سخت صدمہ پہنچتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد نمبر 5۔ صفحہ نمبر 604۔ جدید ایڈیشن۔)

فرمایا ’’اللہ تعالیٰ صرف دعوؤں سے خوش نہیں ہوتا جب تک کوئی حقیقت ساتھ نہ ہو۔ اور دعویٰ کے ثبوت میں کچھ عملی ثبوت اور تبدیلئ حالت کی دلیل نہ ہو۔ اس واسطے اکثر اوقات مجھے اس غم سے سخت صدمہ پہنچتا ہے۔‘‘

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہم سے عملی ثبوت چاہتے ہیں۔ اس لئے اگر ہم خود اپنی حالتوں کے یہ جائزے لیں تو زیادہ بہتر طور پر اپنا محاسبہ کر سکتے ہیں۔ دوسرے کے کہنے سے بعض دفعہ انسان چِڑ جاتا ہے یا بعض دفعہ سمجھانے سے انانیت کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے اور اپنے جائزے لینے کے لئے یہ مدّنظر رکھنے کی ضرورت ہے، ہر وقت یہ ذہن میں ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر لمحہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میں نے ایک عہدِ بیعت باندھا ہوا ہے جس کو پورا کرنا میرا فرض ہے تو پھر انسان اپنا محاسبہ بہتر طور پر کر سکتا ہے۔ ایک احمدی چاہے وہ جتنا بھی کمزور ہو، پھر بھی اس کے اندر نیکی کی رمق ہوتی ہے اور جب بھی احساس پیدا ہو جائے تو نیکی کے شگوفے پھوٹنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس ہر ایک کو اعمال کے پانی سے اس نیکی کو زندہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کو تر و تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے درد کو محسوس کرنے کی ضرورت ہے۔ جن کو احساس ہو جائے اُن کی حالت دیکھتے ہی دیکھتے سوکھی ٹہنی سے سرسبز شاخ میں بدلنا شروع ہو جاتی ہے۔ کئی مجھے خط لکھتے ہیں، خطوں میں درد ہوتا ہے کہ ہمارے اندر وہ پاک تبدیلی آ جائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ پس جو بھی اپنے احساس کو ابھارنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ جو ماں سے بھی بڑھ کر اپنے بندے کو پیار کرنے والا ہے، اپنی طرف آنے والے کو دوڑ کر گلے سے لگاتا ہے تو پھر ایسے لوگوں کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک سنہری موقع ہمیں اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کا عطا فرمایا ہے، اس سے ہم اگر صحیح طور پر فائدہ نہیں اٹھائیں گے تو یہ ہماری بدنصیبی ہو گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے صدمے اور درد کا جو اظہار فرمایا ہے وہ اُس وقت فرما رہے ہیں جبکہ آپ سے براہِ راست فیض پانے والے آپ کے صحابہ موجود تھے، جن کے معیار کے نمونے جب ہم سنتے اور پڑھتے ہیں تو رشک آتا ہے کہ کیا کیا انقلاب اُن لوگوں نے اپنے اندر پیدا کیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا درد دیکھیں۔ آپ کا معیارِ تقویٰ دیکھیں جو آپ اپنے ماننے والوں سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اُس وقت بھی آپ بعض کی حالت دیکھ کر فرما رہے ہیں کہ مجھے اس غم سے سخت صدمہ پہنچتا ہے تو ہماری کمزوری کی حالت کس قدر صدمہ پہنچانے والی ہے۔ گو آپ آج ہم میں اس طرح موجود نہیں ہیں لیکن ہماری حالتوں کو تو اللہ تعالیٰ آپ پر ظاہر فرما سکتا ہے کہ کس کس صحابی یا بزرگ یا آپ کے قریبیوں کی اولاد کی کیا کیا حالت ہے؟ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں گندے ماحول سے بچ کر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنی دنیا چھوڑ کر مسیح کے دامن سے جُڑ کر اس عہد کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے رہے کہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے، اُن میں سے بعض کے بچوں کی دینی حالت کمزور ہو گئی ہے اور بعضوں کو اُس کی فکر بھی نہیں ہے۔ پس ہمیں اپنی حالت سنوارنے کے لئے اپنے بزرگوں کے حالات کی اس نیت سے جُگالی کرتے رہنا چاہئے کہ ہمارے سامنے ایک مقصد ہو جسے ہم نے حاصل کرنا ہے۔ اُن کی زندگی کے پہلوؤں پر غور کرنا چاہئے۔ اُن کی بیعت کی وجوہات معلوم کرنی چاہئیں، تبھی ہم کسی مقصد کی طرف جانے والے ہوں گے اور اُن کی خواہشات کو پورا کرنے والے ہوں گے۔

(خطبہ جمعہ 22/ اپریل 2011ء)

آج کی دعا

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (تذکرہ صفحہ: 537)

ترجمہ: مجھ سے مانگو میں تمہیں دونگا۔ (یعنی دعا کرو تو میں قبول کرونگا)

یہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے اور اسی سے مانگنے کی دعا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلامؑ فرماتے ہیں:۔

ابھی 8 جولائی 1906 کے دن سے جو پہلی رات تھی میرا لڑکا مبارک احمد خسرہ کی بیماری سے گھبراہٹ اور اضطراب میں تھا۔ ایک رات تو شام سے صبح تک تڑپ تڑپ کر اس نے بسر کی اور ایک دم نیند نہ آئی۔ دوسری رات میں اس سے سخت تر آثار ظاہر ہوئے۔ اس وقت میرا دل درد مند ہوا اور الہام ہوا اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ تب معاً دعا کے ساتھ مجھے کشفی حالت میں معلوم ہوا کہ اس کے بستر پر چوہوں کی شکل پر بہت سارے جانور پڑے ہیں اور وہ اس کو کاٹ رہے ہیں اور ایک شخص اٹھا اور اس نے تمام وہ جانور اکٹھے کرکے ایک چادر میں باندھ دئے اور کہا اس کو باہر پھینک آؤ اور پھر وہ کشفی حالت جاتی رہی۔ اور میں نہیں جانتا کہ پہلے وہ کشفی حالت دور ہوئی یا پہلے مرض دور ہوگئی۔ اور لڑکا آرام سے فجر تک سویا رہا۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے یہ خاص معجزہ مجھ کو عطا فرمایا ہے اس لئے میں یقیناً کہتا ہوں کہ اس معجزہ شفاء الامراض کے بارے میں کوئی شخص روئے زمین پر میرا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور اگر مقابلہ کا ارادہ کرے تو خدا اس کو شرمندہ کرے گا۔ کیونکہ یہ خاص طور پر مجھ کو موہبت الٰہی ہے جو معجزانہ نشان دکھلانے کے لئے عطا کی گئی ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر ایک بیمار اچھا ہو جائے گا بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اکثر بیماروں کو میرے ہاتھ پر شفا ہو گی۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 ۔ حاشیہ صفحہ 90، 91)

مرسلہ: مریم رحمٰن

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ترجمہ وتلخیص: مدثر ظفر

حادثاتی ایجادات جنہوں نے زندگی سہل بنادی

بعض اوقات ہماری محنت کے مطلوبہ نتائج ہمیں حاصل نہیں ہوتے۔ ہم جو کچھ کرنا چاہ رہے ہوتے ہیں نتیجہ اس کے برعکس نکلتا ہے۔ ہمارے اردگرد موجود بیسیوں اشیاء ایسے ہی غیر متوقع نتائج کے باعث معرض وجود میں آئیں جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

ماچس

اٹھارہویں صدی کے اوائل میں ایک برطانوی فارمسسٹ ''جون واکر'' معمول کے مطابق اپنے کام میں مگن تھے۔ وہ ادویات کی تیاری میں مصروف تھے اور مختلف کیمیکل ملانے کے لیے لکڑی کی چپٹی تیلیوں کا استعمال کر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا انہی لکڑیوں میں سے ایک کے ساتھ کچھ چمٹا ہوا ہے۔ جب انہوں نے اسے ہٹانے کے لیے رگڑا تو اس سرے سے شعلے نکلے اور لکڑی کو آگ لگ گئی۔ اسی وقت ان کے دماغ میں ایسی مزید لکڑی کی تیلیاں بنانے کا خیال آیا۔ انہوں نے تیلیاں بنانے اور بیچنے کا کام شروع کر دیا۔ اس دور میں جب بجلی نہیں تھی آگ جلانے والی ان تیلیوں کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور ان کی بدولت آگ جلانا بہت آسان ہوگیا۔ بعد میں ان تیلیوں کی لمبائی تین انچ تک کر دی گئی اور اس کے ساتھ ایک ریگ مال بھی دیا جانے لگا جس سے رگڑ کر تیلی جلائی جاتی تھی۔ انہوں نے اپنی اس ایجاد کا پیٹنٹ حاصل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح انسانیت کو اس ایجاد سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ اپنی افادیت کی بدولت ماچس دنیا بھر میں بہت تیزی سے مقبول ہوئی اور اب یہ ہر گھر کا لازمی حصہ ہے۔ گو کہ اس کی جگہ گیس اور الیکٹرک لائٹر نے لے لی ہے لیکن ابھی بھی یہ بہت زیادہ استعمال ہونے والی چیز ہے۔

ٹیفلان

امریکن سائنٹسٹ رائے جے پلنکٹ ایک کمپنی ڈوپان کے لیے محفوظ ریفریجریٹر بنانے پر تحقیق میں مصروف تھے۔ مختلف تجربات کے دوران جب ان کا ایک تجربہ ناکام ہوا تو انہوں نے مشاہدہ کیا کہ گیس کا وہ مکسچر جو انہوں نے بنایا تھا ایک رات میں وہ سارا غائب ہوچکا ہے جو ایک کنٹینر میں رکھا گیا تھا۔ انہوں نے اس میں کئی خوبیوں کا مشاہدہ کیا، مثلاً یہ چمٹتا نہیں تھا اور اس پر منفی ایک سو پچاس اور 500 ڈگری فارن ہائیٹ تک درجہ حرارت کا بھی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ 1941 میں ڈوپان نے اس ایجاد کو پیٹنٹ کروالیا جسے ہم آج ٹیفلان کے نام سے جانتے ہیں۔

آلو کے چپس

نیویارک کے ایک شیف جارج کرم گریٹ کو اس کے گاہکوں کی جانب سے مسلسل اس بات کی شکایات مل رہی تھیں کہ اس کے چپس نرم اور پلپلے ہیں جو کھانے میں بالکل بھی مزا نہیں دے رہے۔ ان شکایات کی وجہ سے وہ کافی پریشان تھا۔ اسی پریشانی کے عالم میں اس نے آلو کے قتلے بناتے وقت انہیں بہت پتلے سے کاٹ کر ابلتے ہوئے تیل میں اچھی طرح تلا اور ان پر ہلکا سا نمک لگا کر گاہکوں کو پیش کر دیا۔ اس دوران وہ کافی مایوس تھا لیکن ان چپس کو کھانے کے بعد لوگوں کی طرف سے بہت زبردست اور مثبت ردعمل آیا۔ 1853 سے اب تک آلو کے چپس بنانے کی تراکیب میں بہت زیادہ تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اب تک یہ دو سو سے زائد مختلف قسم کے ذائقوں میں بنائے جاتے ہیں اور پوری دنیا میں بہت مقبول ہیں۔ اب جب آپ آلو کے چپس کھائیں تو جارج کو ضرور یاد کریں جس کی حادثاتی ایجاد کی بدولت یہ منفرد ذائقہ وجود میں آیا۔

آئسکریم کون

آئسکریم بذات خود کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ دو سو قبل مسیح میں چینی اس سے ملتی جلتی چیز کھایا کرتے تھے۔ آئس کریم کون بہت بعد میں 1904 میں سینٹ لوئس میں منعقد ہونے والے عالمی میلے میں حادثاتی طور پر ایجاد ہوئی۔ آئسکریم کی دکانوں پر بہت زیادہ بھیڑ کے باعث آئس کریم کے لیے گاہکوں کو دیے جانے والے برتن کم پڑ چکے تھے۔ وہیں ایسی ہی ایک دکان کے باہر ''ارنیسٹ ہینر ک'' پرشین وافل بیچ رہا تھا۔ اس نے آئسکریم کی دکان کے باہر یہ صورتحال دیکھی تو ازراہ ہمدردی اپنے وافل ایک کون کی شکل میں لپیٹے اور دکاندار کو پیش کر دیئے کہ ان میں آئسکریم ڈال کر اپنے گاہکوں کو دے۔

گاہکوں کو وافل میں لپٹی آئسکریم بہت پسند آئی اور اس طرح آئسکریم کون اس دلچسپ حادثے کی بدولت وجود میں آئی۔

کوکا کولا

جان پیمبرٹن کوئی کاروباری شخصیت نہیں تھے۔ وہ صرف ایک فارمسسٹ تھے جو سردرد سے نجات کی دوائی بنایا کرتے تھے۔ ان کا فارمولا بہت سادہ سا تھا جس میں کوکو کے پتے اور کولا کے بیج شامل تھے جن سے شربت بنایا جاتا تھا۔ یہ 1886 کی بات ہے جب یہ اجزاء پانی میں ملا کر بطور سردرد کی دوائی کے گاہکوں کو دیے جاتے تھے۔ لیکن ایک دن ایک دکان دار نے ان اجزاء کو پانی میں حل کرنے کی بجائے غلطی سے سوڈا میں ملا دیا۔ اس طرح کوکا کولا کا منفرد ذائقہ کا حامل مشروب وجود میں آیا۔

پوسٹ اٹ نوٹ

ڈاکٹر اسپینسر سلور 1968 میں ایک کیمیادان کے طور پر تھری ایم کمپنی میں کام کرتے تھے۔ وہ ایک بہت زیادہ مضبوطی سے چپکنے والا مادہ بنانے میں مصروف تھے۔ لیکن جو بنا وہ اس کے بالکل الٹ تھا۔ ایک ایسی چیز بنی جو زیادہ مضبوطی سے تو نہیں چپک سکتی تھی اور نہ اس سے بڑی چیزیں چپکائی جا سکتی تھیں البتہ اسے بار بار کسی سطح پر چپکانے کے باوجود اس میں چپکنے کی صلاحیت برقرار رہتی تھی۔ 1974 میں جا کر اس ایجاد کی اہمیت کا اندازہ ہونا شروع ہوا جس کے بعد سے یہ پوری دنیا میں دفاتر، تعلیمی اداروں اور گھروں میں عام استعمال ہونے لگے۔

حفاظتی شیشہ

فرانسیسی کیمادان ایڈورڈ بینڈکٹ سے کام کے دوران شیشے کا بیکر فرش پر گر گیا۔ انہیں حیرت اس وقت ہوئی جب بیکر میں ٹوٹنے کی بجائے صرف دراڑیں پڑیں۔ غور کرنے پر انہیں معلوم ہوا کہ یہ اس پگھلی ہوئی پتلی پلاسٹک کی تہ کی بدولت ہے جو وہ پچھلی رات ایک تجربہ کرنے کے دوران اس بیکر میں رہ گئی تھی۔ یوں حادثاتی طور پر ایک ایسی مفید چیز وجود میں آئی جس کا استعمال وسیع پیمانے پر پوری دنیا میں ہو رہا ہے۔

وولکنائز ربر

ایک نوجوان سائنسدان چارلس گوڈئیر ربر کا معیار بہتر بنانے میں مصروف تھے جو انیسویں صدی میں کچھ زیادہ بہتر نہیں تھی۔ انہوں نے ربر کو ہر طرح کی اشیاء میں ملا کر تجربات کیے جیسا کہ سالٹ پیپر، شوگر، ریت، کسٹرائل اور سوپ تک میں لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ ایک دن انہوں نے سوچا کیوں نہ ربر کو میگنیشیا، لائم اور نائٹرک ایسڈ میں ملا کر دیکھوں۔ لیکن اس سے بھی انہیں کوئی خاطر خواہ نتائج حاصل نہ ہو سکے۔ لیکن جب انہوں نے ربر کو سلفر کے ساتھ مکس کیا تو غلطی سے وہ ان کے ہاتھ سے گرم سطح پر گر گیا۔ اس طرح وجود میں آیا وولکنائز ربر۔ ہم جو آج اپنے اردگرد گاڑیوں کے ٹائر سے لے کر باسکٹ بال تک ربر سے بنی ان گنت اشیاء دیکھتے اور استعمال کرتے ہیں یہ چارلس گوڈیئر کے حادثاتی طور پر وولکنائز ربر ایجاد کرنے کی وجہ سے ممکن ہوا۔

پلاسٹک

بیسویں صدی کی ابتداء میں پلاسٹک کی ابتدائی شکل جو انسانی استعمال میں تھی اسے شیلاک کہا جاتا تھا۔

اسی سے استعمال کی تمام اشیاء بنائی جاتی تھیں جن میں لکڑی کی پالش کرنے سے لے کر آڈیو ریکارڈ کرنے والی ڈسک تک سبھی اشیاء شامل تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ اسے بنانے کے لیے خام مال جنوب مشرقی ایشیا سے درآمد کرنا کافی مہنگا پڑتا تھا۔ چنانچہ ایک کیمیادان ''لیو ہینڈرک'' شیلاک کو بہتر کرنے اور اسے ایسا بنانے کے تجربات میں مصروف تھے جس سے یہ کم قیمت میں تیار ہو سکے۔ اپنے تجربات کے دوران انہوں نے ایک ایسا مکسچر بنایا جسے آسانی سے کسی بھی شکل میں ڈھالا جا سکتا تھا اور یہ بہت زیادہ درجہ حرارت کو برداشت کرنے کی اہلیت رکھتا تھا اور شیلاک کی نسبت بہت زیادہ بھروسہ مند اور شیلاک نسبت سستا بھی تھا جسے آج ہم پلاسٹک کے نام سے جانتے اور اس کی افادیت سے خوب آگاہ ہیں۔

اینٹی ڈپریسنٹ

نفسیاتی تناؤ کے لیے استعمال ہونے والی گولیاں 1957 میں بنائی گئیں جو دراصل ٹیوبرکولائسس کا علاج تھا۔ اس پر تجربات کرنے والوں نے مشاہدہ کیا کہ جس مقصد کے لیے یہ گولیاں بنائی گئی ہیں اس میں تو کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں مل رہی لیکن اسے استعمال کرنے والے مریضوں کا مزاج حیرت انگیز طور پر خوشگوار ہو جاتا ہے۔ چناچہ تب سے اب تک اتفاقاً ایجاد ہونے والی یہ دوا اعصابی تناؤ کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔

پیس میکر

ولسن گریٹ بیچ دل کی دھڑکن کا حساب رکھنے اور ریکارڈ کرنے والا آلہ بنانے میں مصروف تھے کہ انہوں نے غلطی سے اس آلہ سے غیر متعلق ایک الیکٹرانک کمپونٹ اس آلہ میں لگا دیا جس نے دل کی دھڑکن کو ریکارڈ کرنے کی بجائے دل کی دھڑکن کو متوازن کرنا شروع کر دیا۔ یہ پیس میکر کامیابی سے 1960 میں لگایا گیا۔ یوں حادثاتی طور پر ایجاد ہونے والا پیس میکر تب سے اب تک قیمتی جانیں بچانے میں معاون ثابت ہو رہا ہے۔

اینٹی بائیوٹک

اسکاٹش سائنسدان الیگزینڈر فلیمنگز کی تجربہ گاہ ایک کباڑ خانہ معلوم ہوتی تھی جس کے فرش اور میزوں پر اشیاء ہر طرف بکھری ہوئی ہوں۔ ان میں قسم ہا قسم کے بیکٹیریا موجود رہتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ایک پیٹری ڈش (بیکٹیریا وغیرہ کے مشاہدہ کے لیے شیشے کی کٹوری نما چھوٹا برتن) میں اسٹیفلو کا کائی بیکٹیریا کا مشاہدہ کیا جس نے اپنے اردگرد ایک حفاظتی تہ بنا رکھی تھی اور ڈش میں موجود باقی بیکٹیریا کو ختم کر رہا تھا۔ انہوں نے اس فنگس کے مزید خواص پر تجربات کیے جو آگے چل کر پینسلین پر منتج ہوئے۔ اس دریافت پر انہیں 1945 میں طب کا نوبل انعام بھی ملا۔

ایکسرے

ویل ہیلم روجنٹ نے کام کے دوران غیر ارادی طور پر اپنا ہاتھ الیکٹران بیم کے سامنے کر دیا۔ یہ 1895 کی بات ہے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کی شبیہ فوٹوگرافک پلیٹ پر چھپی ہوئی دیکھی۔ انہوں نے مشاہدہ کیا کہ ریڈی ایشن انسانی جسم میں سے جسمانی اعضاء کا سایہ بناتے ہوئے آر پار ہوسکتی ہیں۔ جو عضو جتنا زیادہ موٹا ہوگا اس کا سایہ اتنا ہی بڑا ہوگا۔ یہ دریافت ایکسرے پر منتج ہوئی۔

سپر گلو

1942 میں کوڈک کے ایک تحقیق دان ہیری کوور شفاف پلاسٹک بنانے پر کام کر رہے تھے۔ غیر ارادی طور پر انہوں نے ایسا مادہ تیار کیا جو ہر چیز کے ساتھ انتہائی مضبوطی سے چپک جاتا تھا۔ ایک اور موقع پر انہوں نے ایک اور اسی قسم کا مادہ بنالیا جو ہر چیز کے ساتھ چپک جاتا تھا۔ 1958 میں کوڈک نے سپر گلو کی ان دونوں اقسام کا پیٹنٹ حاصل کر لیا جو اتفاقاً معرض وجود میں آ گئی تھیں۔ یوں شفاف پلاسٹک بناتے بناتے سپر گلو کا جنم ہوا۔

مائیکرو ویو اوون

اب جب آپ مائیکرو ویو پر کھانا گرم کر رہے ہوں تو ''پرسی اسپینسر'' کو ضرور یاد کیجیے گا۔ پرسی کے دور میں مائیکرو ویو باورچی خانوں کی زینت نہیں تھا۔ مائیکرو ویو کی یہ لہریں ریڈار میں استعمال ہوتی تھیں۔ ایک دن جب پرسی ریڈار کے میگنیٹران حصہ کے سامنے کھڑے تھے انہوں نے دیکھا کہ ان کی جیب میں پڑی چاکلیٹ کی ٹکیا پگھل گئی ہے لیکن جسم کا اور کوئی حصہ گرم نہیں ہوا۔ چنانچہ یہاں سے آغاز ہوا مائیکرو ویو اوون کا۔

طلوع وغروب آفتاب

29 اپریل 2021ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:30	18:45
مدینہ منورہ	04:25	18:50
قادیان	04:16	19:07
ربوہ	03:56	18:47
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:10	20:22